ڈاکٹر سیف الدین احمد
Associate Professor, Department of History, Faculty of Social Science, DU

سترہویں صدی میں ہندوستان کی مغل شہزادی جہاں آرا بیگم کا عروج اور روحانی سرمایہ کاری

ایک تاریخی مطالعہ

Abstract

Muslim men are considered legal successors to family legacies and riches, according to Islamic canon and societal conventions. Moreover, as the member of their clan these heads of families were required not only to maintain but uphold the family values. In contrast, the women in the medieval Islamic societies did get property and income for their sustenance; however they were neither mandated nor encouraged to employ their authority or affluence to display their ancestry or antiquity, as was the case with their male counterparts. This paper challenges masculine dogmas and practises surrounding Islamic laws of inheritance, by an analysis of Mughal princess Jahanara Begum's (1614-81) personality and her articulations of ascent. The princess's exceptional relationship with her emperor father, Shah Jahan (r. 1628-59), and over the years, she became her father's closest confidante and advisor. She was highly accomplished and skilled in diplomatic dealings, Jahanara was reputed to be the most

influential woman patron of art and literature. At the very young age, she was entrusted with the charge of the Imperial Seal and made *Malika-i-Hindustan Padshah Begum*. Jahanara's association with the Qadriya Sufi order under the tutelage of Mulla Shah Badakshi (d. 1661), was a new standard in the history of imperial Mughal empire wherein a women rose in authority both in the official as well as the private-public realm.

☆☆☆

اسلامی فقہ اور سماجی رسوم ورواج سے متعلق وراثت کے قوانین کے تحت مسلم مردوں کو خاندانی روایت اور دولت کا جائز جانشیں بنایا جاتا ہے۔ اوران سربراہوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ خاندانی اقدار کی نمائندگی کریں اور اسے آنے والی نسلوں تک برقرار رکھیں۔ گرچہ جدید اسلامی معاشروں میں خواتین کوان کی کفالت کے لیے جائیداد اور آمدنی دی گئی تھی لیکن ان کی حیثیت ان کے مرد ہم منصبوں کی مانند اپنے نسب یا ورثے کی نمائندگی نا قابل قبول تھی اور نہ ان کی حوصلہ افزائی کی گئی تھی۔

مغل ہندوستان میں سولہویں اور سترہویں صدی تک وراثت کے اسلامی قوانین کے مطابق شاہی جانشینی شاہی خاندان کے مردوں کے لیے مخصوص رہی۔ سب سے بڑے بیٹے یا وارث نے بظاہر اپنے باپ کا شہنشاہ کا عہدہ اور اس کے ساتھ ہی سیاسی اور مالی طاقتیں بھی سنبھالیں۔ مزید برآں تخت کے ہر وارث پر دائمی وراثت کو برقرار رکھنے اور خاندان کے مستقبل کو قانونی حیثیت دینے کی ذمہ داری عائد تھیں۔

مغل شہنشاہ شاہ جہاں (۱۵۹۲-۱۶۶۶) کا دورِ حکومت ان کے چاروں مسابقتی بیٹوں کے تخت کے دعوے کے حقدار سے دوچار تھا۔ جب سے مسلمانوں کی حکومت ہندوستان میں شروع ہوئی اسی وقت سے اس مسئلے کا فیصلہ زبان تیغ سے ہوا۔ شاہ جہاں کے چاروں بیٹوں میں ہر بیٹا خود کو حکمراں سمجھتا تھا۔ ۱۶۳۱ء میں ممتاز محل کی موت کے بعد شاہ جہاں کی بڑی بیٹی جہاں آرا بیگم نے شاہی حرم کی سربراہی کا عہدہ سنبھالا۔ جہاں آرا بیگم اپنی عظمت اور بلند کردار کے طور پر سامنے آئی، جہاں

اس کی مراقباتی فن کے ذریعہ سامراجی سرکشوں اور روحانی سرمایہ کاری کی نمائندگی نظر آتی ہے۔ اور ساتھ ہی عوامی طور پر اس کی زبردست عظمت اور انفرادیت بھی سامنے آتی ہے۔ جہاں آرا بیگم کے لیے حرم کی سربراہی کا عہدہ نہ صرف اختیار حاصل کرنا تھا بلکہ وہ مردوں کے مقابلے ایک سامراجی خواتین اور مضبوط حکمراں کے طور پر اپنی جرأت مندانہ عادتوں کی مثال پیش کرتی ہے۔ شہزادی کی تعریف میں اس کی سرگرمیوں اور کارکردگی کی فہرست نکالی جائے تو سامراجی پیش روؤں کے محدود اقدامات میں سے جہاں آرا کی نمائندگی کی بہترین مثال ملتی ہے۔ شہزادی کی تعمیر کردہ عمارتوں کا ایک وسیع جال (Network) ان کے شاہی پیش روؤں کے اقدامات سے کہیں زیادہ ہے۔

شہزادی جہاں آرا کی سرگرمیوں اور ثنا خوانی میں: شاہی مہر کا رکھوالا، عظیم عمارتی تعمیروں کی سرپرست، ایک بل وثوق صوفی خلافت (نائبیت)، اعلانیہ طور پر سونے سے تولی جانے والی ایک اعداد وشمار شخصیت تھی، یہ قریب عام طور پر شاہی مردوں تک ہی محدود ہوا کرتی تھی۔ مشہور تاریخ داں Annemarie Schimmel لکھتی ہیں کہ جہاں آرا کی متعدد اور بظاہر سامراجی ''خلاف ورزیوں'' کو نہ صرف منظور کیا جاتا تھا بلکہ اس کے والد شہنشاہ شاہ جہاں ان کی عزت افزائی کیا کرتے تھے۔ عوام کی طرف سے اور سرکاری تاریخوں میں اس کا مثبت ردعمل سامنے آتا ہے۔ شاہ جہاں اکثر اپنی بیٹی جہاں آرا سے رائے مشورے لیتے تھے اور سرکاری انتظامیہ کے امور میں اکثر جہاں آرا کا دخل بھی ہوا کرتا تھا۔

شاہ جہاں اپنی بڑی بیٹی جہاں آرا کے لیے ذاتی ذرائع سے اپنی عقیدت، پیار اور اعلیٰ احترام کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اپنی عزیز بیٹی کو شہنشاہ ''صاحبات الزمانی''، ''پادشاہ بیگم''، ''بیگم صاحب'' جیسے القاب سے پکارا کرتے تھے۔

۱۶۴۴ء میں ایک حادثہ میں جہاں آرا شدید طور پر جھلس کر زخمی ہوگئیں۔ شاہ جہاں اس بات سے نہایت صدمے میں تھے اور انتظامی امور دوسروں کو سونپ کر اپنی بیٹی کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ اس دوران شاہ جہاں نے اپنی بیٹی کی صحت یابی کے لیے تمام وسائل ختم کر دیئے اور اپنے شاہی فرمانوں کو بھی منسوخ کر دیا۔

اس مقالے میں جہاں آرا بیگم کے دعوے، آبیاری اور ان کی شاہی اور روحانی شخصیات

کے ترجمے کی چھان بین قادریہ صوفی نظام کے مطابقت کا استعمال کرتے ہوئے اور طاقتور (مستحکم حکمراں) شہنشاہ شاہ جہاں کی ہمشیرہ ملکہ کے طور پر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اپنے والد اور شہزادی کے غیر معمولی تعلقات نے روحانی اور شاہی اختیارات کو متن اور شکل دونوں میں وسعت دی، جنہیں اس کے صوفی تحریروں اور اس کی یادگار مغل عمارتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔اس نے تعمیراتی سرپرستی کے ثالثی کردار کو اپنے نظریے اور شخصیت کو ظاہر کرنے کے ایک ذریعہ کے طور پر تسلیم کیا۔

آگرہ کی مسجد کا تجزیہ شہزادی کی حکمراں نمائندگی کی مثال کے طور پر کیا جاتا ہے۔سری نگر، کشمیر میں ملا شاہ بدخشی مسجد اور خانقاہ کمپلیکس کو ان کا نجی اور کسی حد تک مابعدالطبعیاتی نمائندگی سمجھا جاتا ہے۔مزید برآں شاعرانہ حکایتوں سے جہاں آرا کی دوہری شخصیت کا حوالہ ملتا ہے۔ شاہی اور صوفی سلسلہ دونوں میں اس کے مقام کی تصدیق ہوتی ہیں۔جہاں آرا کا نام اور تعریفیں پشتاق کے اونچے سرے پر کندہ کی ہوئی ہیں اور یہ ایک حکمت عملی کے تحت شہنشاہ سے وابستہ افراد کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

جہاں آرا کا اقتدار صوفی شاعری اور نظریے کے متنازع دائرے اور اسے اسلامی تصنع کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اسے شاہی کاموں اور فرمانوں کے ذریعہ نہیں بلکہ خدائی حکم کے ذریعہ تفویض کیا گیا ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مغل تیموری ورثہ کی غیر مادی روایات کو زندہ اور برقرار رکھنے اور عملی سیاست اور تقویٰ کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔سامراجی آداب اور روایات کی حمایت کے علاوہ ملا شاہ کمپلیکس کے تختوں پر، کندہ شاعرانہ فارسی اشعار ان کی محبت اور روحانیت کی دقیق زبان جہاں آرا کو ملا شاہ سے اس سے کے محبوب اور پیر دونوں کے طور پر جوڑتی ہیں۔

جہاں آرا کے تعمیراتی کارکردگی نے اپنی سادگی، شائستگی اور ''مقبولیت پسند'' جہت سے عوامی مذہبی روایات کو فروغ دیا ہے۔اس سے نہ صرف شہزادی کی عاجزانہ صفات بلکہ اس کی صوفی تقویٰ اور سلطنت کے تکثیری حرمت کے حامی کے طور پر اپنی ساکھ کو بڑھانے کی خواہش کا پتہ چلتا ہے۔جہاں آرا بیگم کے تعمیراتی شغل زیادہ تر ضعف پر مشتمل تھے۔

جہاں آرا کی شاہی شخصیت اور شناخت مزید مغلیہ منظرنامے میں سترہ سال کی کم عمری

میں ہی فرمانوں، نشانوں اور حکموں کے ذریعہ شاہی احکام جاری کرنے کے اپنے استحقاق اور وقار کے ذریعہ لکھی گئی تھی جہاں مغل سیاسی صف بندی، صوفیاء اور شہنشاہوں کے درمیان تصوف کی گہری وابستگی کی عکاسی کرتی ہے۔شاہی خاندان کے اردگرد روحانی طور پر صوفی تعلقات نے مابعدالطبعیاتی طور پر مغلوں کے زیراہتمام مزارات اور مساجد کے اردگرد ایک ''تقدس کی چمک'' قائم کی۔[1]

اپنے پیر، ملا شاہ بدخشی (متوفی 1661) نے اپنے طبقے پر عائد سامراجی تقاضوں کو بڑھایا اور نجی و سرکاری حیثیت میں خواتین کے اختیارات کے لیے ایک نیا نمونہ تیار کیا۔ بلند روحانی حالت کے حصول کے لیے ریاست کی خدمت اور پیری مریدی یا خلافت کی حوصلہ افزائی کی جس سے اس کی روحانی طبعیت کو قانونی حیثیت ملی اور ایک پائیدار تیموری مغل وراثت کے دعوے کیے۔[2]

جہاں آرا اپنی کتاب رسالہ صاحبیہ میں لکھتی ہیں: ہماری خاندانی کتاب میں کسی نے خدایا سچائی کی تلاش کے راستے پر قدم نہیں اٹھایا جس سے تیموری چراغ ہمیشہ روشن رہے۔ میں اس عظیم خوش قسمتی اور دولت کے ملنے پر شکرگذار تھی۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔[3]

جہاں آرا کا بلند مقام ملا شاہ کے سترہویں صدی کے سوانح نگار اور شاگرد، توکل بیگ کی تحریروں میں مزید ثابت ہوتا ہے۔ وہ تمام عام نظروں سے گزری اور ایک غیرت حاصل کی۔ خدا اور ایک بدیہی خیال حاصل کیا۔ ملا شاہ نے ان کے بارے میں کہا:

> ''اس نے صوفیانہ علم میں اتنی غیر معمولی ترقی حاصل کی ہے کہ اگر وہ عورت نہ ہوتی تو وہ میری نمائندہ ہونے کے لائق ہے۔''[4]

1630 کی دہائی میں جہاں آرا اور اس کے بھائی داراشکوہ قادریہ سلسلے سے منسلک ہوئے تھے اور اس قادریہ سلسلے کا اثر جنوبی ہند سے پنجاب کے علاقے تک پھیل چکا تھا۔ اور اسے مسلمانوں کے رسمی اور صوفیانہ احکامات میں سب سے قدیم سمجھا جاتا تھا اور یہ مکمل طور پر شریعت کے اصولوں پر مبنی تھی۔ اس روحانی اثر کے ذریعہ تزکیہ نفس پر زور دیا گیا اور اپنے روحانی سفر کے ایک لازمی جز کے طور پر دل کے آئینے سے دنیاوی زنگ کو صاف کرنے پر بہت زور دیا گیا۔''[5]

۱۶۳۷ میں کشمیر میں چھ ماہ گزارنے کے بعد جہاں آرا رسالۂ صاحبیہ میں بتاتی ہے کہ وہ کشمیر چھوڑنے پر راضی نہیں تھی لیکن آخرکار ''روحانی طور پر بھاری دل'' کے ساتھ ملا شاہ کی چمک

چھوڑ کر آگرہ واپس آ گئی۔ کشمیر سے صوفیانہ تجربات کے تذکرے میں ڈوبی جہاں آرا نے ''منت کی کہ اس کے نجی سرمایہ سے نئی مقدس گاہ کی تعمیر کی جائے۔''٦

دہلی کے سلطان فن تعمیر سے اخذ کردہ آگرہ کی مسجد جہاں آرا کے دور کی بنیادی تعمیرات کی مثال پیش کرتی ہے۔ لمبی عبادت گاہ جس سے قطاروں میں سے کمرے اور جس کے مرکز میں پشتاق ترتیب دیا گیا ہے جہاں غالب مرکزی پشتاق جس کے اوپر کی طرف تین گنبد ہیں۔ صحن میں داخل ہوتے ہی تقریبا ۵۳ میٹر لمبا پشتاق (Portico) مرکزی محراب کو بناتا ہے۔ ۷

جامع مسجد معزز جہاں آرا بیگم کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی جن کا وقار آسمان کی طرح بلند ہے۔'' سورج کی روشنی، ایک شاندار محل کی ملکہ اس کی حکمت کی طرح روشن، عفت سے پردہ، زمانے کی خواتین میں سب سے زیادہ قابل احترام اور پورے ملک کی شہزادی۔ عوام کی منتخب کردہ۔ وفاداری سے پر سب سے زیادہ معزز جہاں آرا بیگم''۔ ۸

جہاں آرا کی خوبیوں اور جسمانی اوصاف کی تعریف استعاراتی طور پر مسجد کی تعمیراتی خصوصیات میں اس حد تک کندہ کی گئی ہے کہ آیات اور ساخت کی جدلیات میں شہزادی کی شخصیت کا ادراک ہوتا ہے۔ مزید براں جہاں آرا کی شاعرانہ حکایتیں اس کی دوہری شخصیت کا حوالہ دیتی ہیں جس سے شاہی اور صوفی سلسلہ دونوں میں اس کے مقام کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ تعریفیں پشتاق کے اوپری سرے پر تحریر کی گئی ہیں جس سے شہنشاہ سے وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔ مغل مساجد پر یہ تحریریں بامقصد تھیں اور خود مختاری، مذہبی پالیسویں رویوں اور حکمرانی کی ادبی تمثیلوں کو سامنے لانے میں اہم کردار ادا کر رہی تھیں۔'' ۹

مغل آداب میں مسجد کے اہم اور نمایاں مقامات پر خطاطی اور قرآن کی مکمل آیات کا استعمال کیا گیا ہے۔ شاہ جہانی مسجد اور ساتھ ہی آگرہ کی جماعت کی مسجد کے پشتاق پر کندہ زیادہ تر خطاطی شاہی نمونوں سے اخذ کیے گئے تھے۔ آگرہ مسجد کی تعمیر کے دو سال بعد یعنی ۱۶۵۰ء میں جہاں آرا نے سری نگر میں ملا شاہ بدخشی مسجد کا کام شروع کروایا اور یہاں آگرہ مسجد اور قریبی پتھر مسجد کے بیانات اور محاوروں کے زیر نظر ملا شاہ کی مسجد میں بھی ایسے نمونے ملتے ہیں۔

جہاں آرا کی مذہبیت کی شدت اس کے پیر، ملا شاہ کے لیے مختص مسجد میں مکمل اظہار

پاتی ہے۔ مسجد کی ظاہری اور باطنی ساخت پر بہت سی امتیازی خصوصیات زیب وزینت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ جہاں آرا کی شاعری میں ملا شاہ کی شناخت اور تعلقات کا اظہار ہوتا ہے۔ ملا شاہ مسجد پر تحریر کردہ فارسی آیات جہاں آرا کی روحانی تسکین اور اختیار کی عکاسی کرتی ہیں۔

ملا شاہ مسجد پر تحریر کردہ آیات کی باہمی مناسبت سے اسے دوسرے ''مکہ'' کے طور پر اور اس کے پیر کو بادشاہ کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے جہاں آرا اور خانقاہ میں پڑھنے والے شاگردوں کی روحانیت کو پورا کرنے کے لیے منظور کیا گیا ہے۔ جہاں آرا کا اختیار صوفی شاعری اور نظریئے کے متنازعہ دائرے میں دیکھا گیا ہے اور اسے اسلامک طور پر دکھایا گیا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ اسے شاہی کاموں یا فرمانوں کے ذریعے نہیں بلکہ خدائی حکم کے ذریعہ تفویض کیا گیا ہے۔

جہاں آرا کی کامیابی کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے اختیارات کے دعوے کو عوام نے جوش وخروش کے ساتھ تسلیم کیا۔ جہاں آرا کے اختیارات کا جو احساس یہاں نظر آتا ہے اس کا تعلق صوفی نظریہ اور سامراجی اخلاقیات دونوں کو برقرار رکھنے میں ایک اشرافیہ عورت کے اثر ورسوخ سے ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مغل تیموری ورثہ کی غیر مادی روایات کو زندہ اور برقرار رکھنے میں عملی سیاست، تقویٰ کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

ملا شاہ کمپلیکس کے پینلز پر نہ صرف سامراجی آداب اور روایات کی حمایت بلکہ شاعرانہ فارسی اشعار بھی نقش کیے گئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں آرا کے محبوب اور پیر ملا شاہ پیر سے روحانیت اور محبت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ پینل ملا شاہ کے روحانی اوصاف کو بلند کرتے ہیں اور ساتھ ہی جہاں آرا کی شخصیت کی بھی نمائندگی کرتے ہیں۔ سری نگر کے دیہی علاقے میں واقع ملا شاہ مسجد ومدرسہ اور خانقاہ کشمیر کے اسلامی، علاقائی ہندو اور بدھ مت کے فن تعمیر کے درمیان ایک اصل جمالیاتی مکالمے کو ظاہر کرتا ہے ساتھ ہی یہ مغل نظریات سے زیادہ صوفی وابستگیوں اور پیری مریدی شخصیت کی عکاسی کرتا ہے۔ آگرہ اور سری نگر میں مسجد کی تعمیر جہاں آرا بیگم کے مستقل تعمیری مقاصد کا حصہ تھے جن کے ذریعہ شہزادی نے اپنی روحانی شخصیت کی تعمیر کی اور اپنی انسان دوستی اور اختیار کا اظہار کیا اور اسی طرز پر خود مختار سلطنت کے لیے حمایت حاصل کی۔

جہاں آرا کی تعمیراتی کارکردگی نے اپنی سادگی، شائستگی اور مقبولیت پسند جہت سے عوامی مذہبی روایات کو فروغ دیا۔اس سے نہ صرف شہزادی کی عاجزانہ صفات بلکہ اس کی صوفی تقویٰ اور سلطنت کے تکثیری نظریہ کو فروغ دینے کے طور پر اپنی شہرت کو بڑھانے کی خواہش کو اجاگر کرتا ہے۔ جہاں آرا کی شاہی شخصیت اور شناخت مزید مغل منظرنامے میں ۱۷سال کی کم عمری میں ہی فرمانوں، نشانوں اور حکم ناموں کے ذریعہ شاہی احکام جاری کرنے کے اپنے استحقاق اور وقار کے لیے لکھی گئی تھی۔

ممتاز محل کی وفات کے بعد جہاں آرا کو ''صاحبت الزماں''(Mistress of Age) کا خطاب دیا گیا۔اس لقب کے ساتھ اسے سیاسی، سماجی اور تجارتی لین دین کے لیے شاہی مہر دی گئی تھی اور سرکاری محافظ سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایسا اعزاز تھا جو اس سے پہلے کسی شاہی خاتون کو نہیں دیا گیا تھا۔۱۰

شاہی مہر کے رکھوالے کے طور پر جہاں آرا کی شاہی شخصیت اور اختیار کا مظاہرہ تجارتی میدان میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ جب شہزادی کو سورت کے علاقے اور وہاں کی بین الاقوامی بندرگاہ سے جمع ہونے والی آمدنی عطا کی گئی تھی۔۱۱

جہاں آرا بیگم کے والد شاہ جہاں نے سورت کی بندرگاہ کے علاقے اور اس سے ہونے والی سالانہ آمدنی کو ۱۶۴۴ء کے جاں سوز واقعہ کے تین ماہ بعد اس کی صحت یابی کے لیے ''شکرگذار تحائف'' کے حصے کے طور پر پیش کیا تھا۔۱۲

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ۱۴را پریل ۱۶۴۴ء کو نوروز کے تہوار میں شرکت کرتے ہوئے شہزادی شدید طور پر جھلس گئی اور اسے صحت یاب ہونے میں تقریباً بیس مہینے لگے۔شاہ جہاں نے فوری طور پر مقامی اور بین الاقوامی برادریوں سے طبی علاج کا مطالبہ کیا اور اس کے عوض میں سورت بندرگاہ پر بین الاقوامی تجارت کا محصول معاف کر دیا۔شاہی جیلوں میں بندقیدیوں کو جلد رہائی دے دی گئی۔

جہاں آرا کے جلنے کے المناک حادثہ اور اس کے علاج اور صحت یابی کا عمل ایسا واقعہ ہے جس سے نہ صرف شہنشاہ کی باریک بینی بلکہ اس کے نجی اور اندرونی کارکردگیوں کو بھی ظاہر کرتا ہے ساتھ ہی اس کی اپنی بیٹی کے لیے اس کی تعظیم، شفقت اور احترام کی شدت کو بھی اس انداز سے ظاہر کرتا ہے جس میں باپ اور بیٹی کے رشتے سے مغلوں کی سماجی اور شاعرانہ منظرنامے کی حدود

بھی مسلط ہوجاتی ہے۔ جہاں آرا کے اس جاں سوز واقعے کی بدولت اس وقت کے ادیبوں اور شاعروں کو بھی اہم موقع فراہم ہوا جس سے شاعروں اور ادیبوں کی نمائندگی بھی ہوئی اور انہوں نے ادبی منظرنامے کو بھی فروغ دیا۔

شاہ جہاں کے دور کے درباری شاعر ابوطالب کلیم نے ۲۵ نومبر ۱۶۴۴ء کو ان کی صحت یابی کی تقریب میں ایک قصیدہ تحریر کیا اور اسے پڑھ کر سنایا جس میں بیماری کی پوری تفصیل بیان کی گئی تھی۔

> ''آپ کی صحت کا جشن دنیا کے لیے بہار سے بہتر ہے، آپ کی خیریت زینت ہے۔ دنیا کے باغ کا۔۔۔دنیا کے چاروں طرف سے دعا میں لوگوں کا ہاتھ پلکوں کی طرح حفاظت کا کام کرے۔۔۔شمع کی قید میں آگ کے شعلے بے چین تھے اور اپنی بے سکونی میں تیرے دامن پر چھلانگ لگاتے تھے۔'' ۱۳

قصیدہ کی سینتالیس سطروں میں تقریباً نصف جہاں آرا کی حالت بیان کرتے ہیں اور اس کی تعریف و درد پیش کرتے ہیں۔ چندر بھان برہمن اس وقت کے اہم ہندو شاعر اور تاریخ نگار جو جہاں آرا کی بازیابی کی تقریب میں بھی موجود تھا اس نے بھی واقعات کی تفصیلات درج کیں جو کلمے کی شکل میں ملتی ہے۔ ۱۴

ایبا کوچ (Ebba Koch) نے شاہ جہاں کے درباری شاعر کلیم اور عمومی طور پر درباری شاعری میں پھولوں کی مشابہت کے استعمال کے ذریعہ شاہ جہاں کی بادشاہت کو تشبیہ دی ہے ساتھ ہی سامراجی علامت اور تشہیر کو ایک شاندار نمائندگی کے طور پر دیکھا ہے۔ شاہ جہاں کے ادیبوں اور شاعروں نے اس کے ''انصاف اور سخاوت کی تعریف موسم بہار کے پھولوں کے باغ کے طور پر کی ہے۔ مزید برآں پھولوں کے استعارے جہاں آرا بیگم کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں۔ چندر بھان کی شاعری میں جہاں آرا کی شخصیت اور شہنشاہ کے ساتھ مطابقت اس کی طاقت اور حیثیت کا ایک اور بصری محور تلاش کرتی ہے۔ سورت کی بندرگاہ جہاں آرا کی ملکیت اور نمائندگی کے طور پر ایک اور محور کو ظاہر کرتی ہے جس کے ذریعہ شہزادی کی حیثیت، طاقت اور شخصیت کو سمجھا اور ظاہر کیا گیا ہے۔ شاہ جہاں کی طرف سے جہاں آرا کو صوبہ سورت کے تحفہ نے نہ صرف اس کے سرکاری لقب، شاہی اختیارات اور ایجنسی کو بڑھانے میں مدد کی بلکہ مناسب طریقے سے استعمال

کرنے کے لیے اسے بہت زیادہ رقم بھی فراہم کی۔

سورت کی آمدنی اور شاہی مشاہرہ کا استعمال ۵۱۔۱۶۴۸ء تک ایک مستقل تعمیراتی پروگرام کے لیے کیا گیا جس کے ذریعہ آگرہ، دہلی، اجمیر، لاہور اور سری نگر کی وادی کشمیر کے شہری مراکز میں جہاں آرا کی عوامی اور متقی شخصیت تعمیر کی گئی۔

شاہی دارالحکومت سے وابستہ غیر ملکی اور مقامی مسافر جن کا تعلق تجارت اور روحانی مقاصد سے بھی تھا وہ جہاں آرا کی خودنمائی مقدس اور سیکولر دائروں کے اثر ورسوخ سے پوری طرح واقف تھے۔ اس کی سالانہ آمدنی اور مالیاتی انعقاد مغل تاریخ میں کسی بھی شاہی عورت سے بہت زیادہ تھی۔ مغل انتظامی دستاویز یہ بھی بتاتے ہیں کہ جہاں آرا نے اکثر مقامی انتظامیہ اور بین الاقوامی تجارت دونوں میں شاہی مہر کی محافظ کے طور پر اپنے اختیار کا استعمال کیا۔

شاہ جہاں اور اس کے سب سے چھوٹے بیٹے اورنگ زیب کے درمیان ۱۶۵۸ء، میں جانشینی کی ہنگامہ خیز جنگ کے دوران جہاں آرا نے سماجی اور سیاسی طور پر ایک اہم کردار ادا کیا۔ اپنے خاندان کے مرد اراکین کے درمیان تشدد اور خاندانی درار کو کم کرنے میں جہاں آرا نے اہم کردار نبھایا۔ بظاہر خاندان کا وارث شاہ جہاں کا سب سے بڑا بیٹا داراشکوہ تھا لیکن اورنگ زیب نے اپنی صلاحیتوں اور فوجی کامیابیوں کی بنیاد پر تخت کی وراثت کا دعویٰ کیا۔ لہٰذا جہاں آرا نے فوجی کاروائیوں کے درمیان اورنگ زیب کو ایک پرجوش خط لکھا جس میں اس سے اپنی فوجیں واپس لینے کی ہدایت کی اور بادشاہ سلطنت اور داراشکوہ کے تخت پر بیٹھنے کے لیے خدا کی مرضی قبول کرنے کو کہا۔

جہاں آرا کا شاہی عہدہ، مالیاتی اختیارات اور والد کی طرف سے تفویض کردہ آزادیوں نے اس کے مقدس اور سیکولر منظر نامے کو ادبی اور جمالیاتی نمائندگی ادا کی جس سے نہ صرف اس کی غیر معمولی سیاسی ذہانت اور پرہیزگاری کی وجہ سے اس کی ذاتی صلاحیتوں کو پہچانا بلکہ جہاں آرا کو ''مثالی'' شخصیت کے طور پر بیان کیا گیا اور تاریخ میں فضیلت، شرافت، پاکیزگی، خدائی شفقت اور انصاف کی علامت کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

جہاں آرا ایک ایسی آئیڈیل کے طور پر سامنے آئی جس میں شہنشاہ اور اشرافیہ مغل معاشرہ کے ساتھ سلطنت کی رعایا اور خواتین بھی ایک مثالی کردار کے طور پر تصور کی جاتی تھیں۔

ہندوستان آنے والے سیاح جو جہاں آرا بیگم کی شخصیت سے بہت محظوظ تھے اور دلچسپی رکھتے تھے ان میں Francois Bernier (1656-68) اور Nicolao Manucci (1653-1708) نے شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے دورِ حکومت کے تاریخی واقعات، مغل خواتین کا باب، جہاں آرا کی عفت وعصمت کے بارے میں شکوک وشبہات کو پیش کیا۔ جہاں آرا بیگم کی ادبی شرکتیں اور تعمیراتی دعوے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کس طرح سترہویں صدی کے اسلامی اور شاہی ضابطہ میں اخلاق اور معراج کو وسعت دی گئی، اس کی ترمیم کی گئی اور اسے دوبارہ تشکیل دیا گیا جس نے ملکیت کی قابل قبول حدود کو جانچا اور ملکیت میں اضافہ کیا۔

مغل سلطنت میں جہاں آرا اور اس کے مرد رشتہ داروں کی شاہی سرگرمیاں اسلامی فقہ کی تبدیلی اور موروثی حوالہ جات کو ظاہر کرتی ہیں۔ جہاں چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے تخت چھین لیا اور باپ کو قید کروادیا اور کنواری شہزادی مہارانی کا عہدہ سنبھالتی ہے۔ جہاں آرا بیگم کی روحانی اور سرکاری شخصیات کو فنی گفت وشنید کے ذریعے پروان چڑھایا گیا جس نے سماجی اور مذہبی رواداری کی قابل قبول حدود کو جانچا اور مغل وراثت میں ان کی تعریف کی گئی اور اسے پتھروں پر کندہ کیا گیا۔

اس مطالعے میں یہ باتیں سامنے آتی ہیں کہ سترہویں صدی کی ایک مسلم خاتون جہاں آرا بیگم نے ایک مثالی اشرافیہ خاتون کی نمائندگی کی جس نے اسلامی مذہبی اور سماجی رسم ورواج کے دائرے میں رہ کر ایسی ایجنسی کا استعمال کیا جو عام طور پر اس کے اظہار اور عروج کو محدود کردیتی تھی۔ تاہم شہزادی نے خواتین کی ماتحتی کے آئیڈیل کے طور پر شائستگی سے اپنی نمایاں نشانیوں کو اجاگر کیا۔ اس سے فلاحی کاموں کو انجام دے کر اپنی سامراجیت کو نمایاں کیا۔ سامراجی اور روحانی نمائندگی کے ان طریقوں سے اس کی دوہری شخصیت کو پروان چڑھایا اور فعال کیا اور مغل تاریخوں میں اس کے اختیار کو کندہ کیا۔

☆☆☆

حواشی:

1. Kishwar Rizvi, 'Gendered Patronage: Women and Benevolence during the Early Safavid Empire,' in D. F. Ruggles, ed., *Women, Patronage, and Self-Representation in Islamic Societies*, Albany,2000, pp.123-53.

2. K. Pemberton, 'Muslim Women Mystics and Female Spiritual Authority in

South Asian Sufism,' in P. Stewart and A. Strathern, eds., *Contesting Rituals: Islam and Practices of Identity-Making,* Durham, 2005, pp. 3-38.

3. Jahanara Begam,*Resala-i Sahebiya*, Urdu tr. Tanvir Alvi in Nava-ye adab (Bombay), October 1986, pp. 34-51.

4. Tavakkol Beg, *Noskha-i Ahval-i Shahi*, *MS* 3203, Rotograph No. 138, British Museum, 1667.

5. Carl W Ernst, "Muhammad as the Pole of Existence," in Jonathan Brockopp, ed., *The Cambridge Companion to Muhammad, Cambridge, 2009, pp. 1-31*

6. ایضاً۔ص ۲

7. Ebba Koch, *Mughal Architecture: An Outline of Its History and Development*, Munich, 1991, p.54.

8. M. Latif, *Agra, Historical and Descriptive*, Calcutta, 1896, pp.186-88.

9. W. E. Begley and Z. A. Desai, 'The Symbolic Role of Calligraphy on Three Imperial Mosques Shah Jahan,' in Joanna G. Williams, ed., *Kaladarsana*, New Delhi, 1978, pp. 7-18.

10. Enayat Khan, *Shah-Jahan Nama*, English tr. A. R. Fuller as *The Shah Jahan Nama of Inayat Khan: An Abridged History of Mughal Emperor Shah Jahan*, Delhi,1990,p.74.

11. Enayat Khan, *Shah-Jahan Nama*, p. 318.

12. ایضاً

13. Abu Taleb Kalim, *Diwan*, MS Add. 24002, British Library; ed. M. Qahraman, Mashhad, 1991 pp. 59-60.

14. Chandar Bhan Brahman, *Chahar chaman*, MS. Add. 16863, British Library, pp. 5-6; Rajeev Kinra, *Writing Self, Writing Empire: Chandar Bhan Brahman and the Cultural World of the Indo-Persian State Secretary*, University of California Press, California, 2015, pp. 95- 158.